AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 2, Issue 2, Dec.2018, PP: 01-14
E-ISSN 2616-8588 ; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk
Print & Online: 22nd Dec., 2018, Reprint: 31st March, 2019

Scan for Download

محمد اسد کے "دا میسج آف دا قرآن" کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of "The Message of the Qur'ān" by Muhammad Asad

Dr. Muhammad Sultan Shah
Professor
Department of Arabic & Islamic Studies, GC University, Lahore
Email: dr.sultanshah@hotmail.com

Dr. Hafiz Khurshid Ahmad Qadri
Assistant Professor
Department of Arabic & Islamic Studies, GC University, Lahore

ABSTRACT

Muhammad Asad was an unparalleled scholar of Arabic language in the contemporary Western world. He possessed vast knowledge of tafsīr and ḥadith literature. Being from the Jewish tradition with religious background he was also acquainted with the knowledge of previous scriptures. "The Message of the Qur'ān" is a combination of tafsīrbi'l-riwāyah or tafsīrbi'l-mathūr (interpretation by transmission) and tafsirbi'l-dirāyah or tafsīrbi'l-rā'y (interpretation by sound opinion). In his exegetical notes, he mostly relied on famous commentators and substantiated his point of view by quoting from them. However, he deviated from exegetical traditions in his footnotes on such verses in which the Prophetic miracles or super natural events have been underlined. He based such discussions on intellect rejecting any possibility of such events which is beyond the realm of cause and effect. Some of his explanatory notes on verses underlining scientific facts are worth reading but when he accepts theories as scientific facts, it becomes difficult for readers to agree with him. He was a modernist but different from modernists of Indian subcontinent who have rejected ḥadith literature altogether in their exegeses. Asad's views on creation of man, miracles, night journey (isrā') of the Prophet ﷺ, jinn and allegory in the Qur'ān are based on intellect where he put tafsīr and ḥadith literature aside. His rationalistic approach in such discussions has made his work unacceptable for orthodox scholars.

Keywords: *Muhammad Asad, Western World, Subcontinent, Tafsīrbi'l- riwāyah.*

CC BY

انگریزی زبان میں لکھنے والے بیسویں صدی کے مسلم مفکرین میں محمد اسد کا نام بہت نمایاں ہے۔ آپ کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں جیسے کہ آپ صحافی، سیاح، ناقد، ماہرِ لسانیات، مفکر، مصلح، سفارت کار، سیاسی نظریہ کار اور مترجم تھے۔ لمبرگ کے شہر لواق گلیشیاء میں آپ جولائی ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔[1] (یہ شہر اب یوکرائن کا حصہ ہے لیکن اس وقت یہ سلطنت آسٹریا میں تھا)۔

ربیوں کے خاندان میں پیدا ہونے والے اس بچے کا پیدائشی نام لیوپولڈ ویس (Leopold Weiss) تھا۔ آپ کے والد صاحب نے مذہبی خدمت کو اپنانے کے بجائے وکیل بننا پسند کیا لیکن اسد نے خاندانی روایات کے مطابق یہودیت کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ کم سنی میں ہی اسد نے عبرانی اور آرامی زبانوں میں مہارت پیدا کر لی تھی۔ عہد نامہ عتیق کا عبرانی زبان میں مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے تالمود (Talmud) کے متن اور تشریحات "مشنا" (Mishna) اور "جمارا" (Gemara) کا بھی مطالعہ کیا۔ اسد نے بائبل کی شرح "ترجُم"[2] کی تفصیلات سے بھی آگاہی حاصل کی۔ آپ کے خاندان نے "ویانا" میں سکونت اختیار کی تو چودہ سالہ لیوپولڈ نے اسکول سے بھاگ کر پہلی جنگ عظیم میں حصہ لینے کے لیے آسٹریا کی فوج میں بھرتی ہونے کی ناکام کوشش کی۔ آسٹروی سلطنت کے زوال کا شکار ہو جانے کی وجہ سے آپ فوجی خدمت سے محروم رہے۔[3]

جنگ کے بعد اسد نے ویانا یونی ورسٹی میں فلسفہ اور تاریخِ فنون کے مضامین میں داخلہ لیا لیکن جب ان مضامین کی تعلیم آپ کی روحانی پیاس بجھانے میں ناکام رہی تو آپ نے یونی ورسٹی کو خیر باد کہہ دیا۔[4] ویانا سے اسد نے ۱۹۲۰ء میں وسطی یورپ کا سفر کیا جہاں بہت سے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہوئے آپ برلن پہنچے۔ یہاں آپ نے بڑی ہنرمندی سے میدانِ صحافت میں قدم رکھا۔ مستقل مزاجی کی بدولت ایک اہم خبر آپ کے ہاتھ لگی کہ میکسم گورکی (Miksim Gorky، ۱۸۶۸۔۱۹۳۶ء) کی رفیقۂ حیات برلن میں موجود ہیں تاکہ مغربی ممالک سے روس میں پھوٹ پڑنے والی قحط سالی پر قابو پانے کے لیے خفیہ طریقے سے مدد حاصل کر سکیں۔ اپنی عمر کے دیگر نوجوانوں کی طرح لیوپولڈ بھی عداوت کے جذبات میں بہت شدید تھے، یہودیت کی بہت گہری مذہبی تعلیم کے باوجود وہ یہودیت سے کچھ پرے ہٹ گئے۔ آپ نے یورپ کو ۱۹۲۲ء میں خیر باد کہا اور مشرق وسطیٰ چلے آئے جہاں عربوں سے تعارف شناسائی میں تبدیل ہو گیا۔ اس نکتہ پر آپ کا دل بہت مطمئن ہوا کہ اسلام نے یہاں کے باسیوں کی روزمرہ زندگی کو حقیقی معنوں میں روحانی قوت اور دلی سکون عطا فرمایا ہے۔ ناقابلِ یقین طور پر ۲۲ سال کی ناتجربہ کار عمر میں لیوپولڈ جرمنی اور یورپ کے اعلیٰ ترین اخباروں میں سے ایک "فرینک فرٹر زی ٹنگ" (Frankfurter Zeitung) کے نامہ نگار مقرر ہو گئے۔ ایک صحافی کے طور پر آپ کو بہت زیادہ سفر کے مواقع میسر آئے۔ ان اسفار میں آپ نہ صرف عام لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے بلکہ مسلم اشرافیہ سے بھی تبادلۂ خیالات کیا۔ علاقے کی بہت سی ریاستوں جیسا کہ صحرائے لیبیا سے پامیر کی برف پوش چوٹیوں تک، آبنائے باسفورس سے بحیرۂ عرب تک، فلسطین، مصر، اُردن، شام، عراق، ایران اور افغانستان تک کے حکمرانوں سے بھی آپ کی ملاقات رہی۔[5]

قیامِ برلن کے دوران ۱۹۲۶ء میں لیوپولڈ ویس نے قبولِ اسلام کا اعلان کیا اور محمد اسد نام اختیار کیا۔[6] اسد کے نزدیک اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ:

"میری نگاہ میں اسلام ایک کامل نظامِ زندگی ہے۔ اس کے تمام اجزاء ایک دوسرے کی تکمیل اور تائید کرتے ہیں۔ اس میں کسی چیز کی کمی ہے اور نہ ہی کوئی چیز غیر ضروری ہے۔ نتیجہ کے طور پر ایک متوازن اور ٹھوس خاکہ سامنے آتا ہے۔"[7]

اسد نے قریباً چھ سال کا عرصہ عرب میں گزارا جہاں سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز (۱۸۷۵۔۱۹۵۳ء) نے گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس شہروں میں عربی زبان وادب، قرآن کریم، علم الحدیث اور اسلامی تاریخ کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے گزارا۔ حصول تعلیم کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے:

> ''ان کمزوریوں کے باوجود جو مسلمانوں کے عمل کا حصہ بن چکی ہیں، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اسلام روحانی اور معاشرتی اعتبار سے انسانیت کو راہِ ترقی پر گامزن رکھنے والی سب سے بڑی قوت ہے۔ اس وقت سے ان کی تمام تر توجہ اس مسئلہ پر مرکوز ہے کہ راہِ ترقی پر گامزن رکھنے والی اس قوت کو کیسے دوبارہ زندہ کیا جائے۔ قدیم عربی کا کتابی علم دو ہم مزاج سامی زبانوں ___ عبرانی اور آرامی ___ سے واقفیت کی بدولت نسبتاً آسان ثابت ہوا۔ عربی زبان سیکھنے کا عمل، عرب دنیا میں اسد کے اسفار اور صحرائے عرب کے اصل باشندوں ___ بدوؤں ___ کے ساتھ میل ملاپ سے، مزید تیز ہوا۔[8]

مسلمان معاشروں اور ثقافتوں کے مزید مطالعے کی غرض سے اسد نے مشرقی ممالک جیسے کہ ہندوستان، مشرقی ترکستان، چین اور انڈونیشیا کے سفر کے لیے ۱۹۳۲ء میں سرزمین عرب کو خیر باد کہہ دیا۔ ہند میں اسد کی ملاقات اپنے زمانے کے عظیم مسلمان فلسفی، شاعر اور مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء) سے ہوئی۔ اقبال نے اصرار کیا کہ اسد اپنے منصوبے پر نظرِ ثانی کریں اور ہند میں اپنے قیام کو یقینی بنائیں تاکہ وہ مستقبل قریب میں وجود پذیر ہونے والی اسلامی ریاست _____ جو اس وقت شاعر کے خواب سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی _____ کے لئے فکری لائحہِ عمل مہیا کر سکیں۔ بہت جلد اسد نے نہ صرف اقبال کے دل میں جگہ بنالی بلکہ مسلمانانِ عالم کے مسائل پر ایک جاندار تحریر کی اشاعت سے تعلیم یافتہ مسلم حلقوں میں بھی متعارف ہوگئے۔ دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے پر ۱۹۳۹ء میں اسد کی آزادی چھین لی گئی۔ جرمنی نے ۱۹۳۸ء میں جب آسٹریا پر قبضہ کر لیا تو اسد نے نازی جرمنی سے پاسپورٹ لینے سے انکار کر دیا اور اپنی آسٹروی شہریت برقرار رکھنے پر اصرار کیا لیکن ستم ظریفی یہ ہوئی کہ انگریز حکومت نے جنگ کے دوسرے ہی دن دشمن ملک کا شہری ہونے کے سبب اسد کو گرفتار کر لیا اور جنگ عظیم دوم کے اختتام (۱۹۴۵ء) تک رہا نہیں کیا۔[9]

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں اسد پاکستان آگئے تو حکومت نے نوزائیدہ مملکت کی نظریاتی بنیادوں کو استوار کرنے کے لیے اسلامی علوم کی تشکیل جدید کا شعبہ (Department of Islamic Reconstruction) قائم کرنے کی ذمہ داری آپ کو سونپی۔ قراردادِ مقاصد کو معرضِ تحریر میں لانے کا سہرا آپ کے سر سجایا جاتا ہے جو اب تک دستورِ پاکستان کے دیباچے کے طور پر موجود ہے۔ بعد ازاں شعبۂ مشرقِ وسطیٰ کے صدر کی حیثیت سے آپ کی خدمات وزارت خارجہ کی سپرد کر دی گئیں۔ جہاں آپ نے مسلم ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کی مضبوطی کے لیے اَن تھک کوششیں کیں۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے سفارتی میدان چھوڑ دیا۔ اپنی سوانح حیات لکھنے کی غرض سے آپ نے پاکستان کی وزارت خارجہ سے ۱۹۵۲ء میں استعفیٰ دے دیا۔ اسد کی یہ خود نوشت سوانح دل کش تحریر، متاثر کن طرزِ بیان، معصومانہ حسن اور ادب عالیہ کا عمدہ نمونہ ہے۔[10]

اسد ۱۹۵۵ء میں نیویارک سے سپین منتقل ہوگئے۔ آپ ۲۳ فروری ۱۹۹۲ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو قرطبہ کے مسلم قبرستان میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔[11]

محمد اسد کی درج ذیل کتب اشاعت پذیر ہو چکی ہیں:

۱۔ "The Unromantic East" (غیر رومانوی مشرق) یہ جرمن زبان میں ہے۔

۲۔ "The Road to Mecca" (مکہ کی طرف سفر)

۳۔ "The Message of the Qur'an" (قرآن کا پیغام)

۴۔ "Sahih al-Bukhari: The Early Years of Islam" (صحیح بخاری، انگریزی ترجمہ و شرح)

۵۔ "This Law of Ours and Other Essays" (ہمارا یہ قانون اور دیگر مضامین)

۶۔ "Islam at the Crossroads" (اسلام ایک چوراہے پر)

۷۔ "The Principles of State and Government in Islam" (ریاست اور حکومت کے اسلامی اصول)

۸۔ "Islamic Culture" (مدیر سہ ماہی "اسلامک کلچر") حیدر آباد، جنوری ۱۹۳۷۔۱۹۳۸ء

۹۔ مدیر ماہ نامہ "عرفات" لاہور ۱۹۴۶۔۱۹۴۷ء

زیر نظر مضمون میں علامہ محمد اسد کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید پر تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔

پیش لفظ

زیادہ تر مترجمینِ قرآنِ حکیم اس وضاحت سے بات کا آغاز کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ ترجمہ کیوں کیا؟ اپنے ترجمۂ قرآن کی ضرورت واہمیت ثابت کرنے کے لیے اسد کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو کسی یورپی زبان میں اس ڈھب سے کبھی پیش نہیں کیا گیا جس سے اس کی بلاغت سامنے آسکے۔[12]

اسد کے اس بیان پر کینتھ کریگ (Kenneth Cragg) نے تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دلیل کو درست مان لیا جائے تو اسد کا کام بھی قابلِ لحاظ نہیں رہتا۔[13]

اسد نے مترجمینِ قرآن کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

"اوّل: وہ مترجمین ____ مسلم یا غیر مسلم ____ جنہوں نے صرف نصابی کتب کے ذریعے عربی زبان سیکھی۔ ان علماء میں سے کوئی بھی ____ اپنے تبحر علمی کے باوجود ____ عربی زبان کو اپنی مادری زبان کی طرح نہیں جانتا۔"[14]

اسد کی رائے کے مطابق اس طرح کے طالب علم کی قواعد میں مہارت اور ادب قرآنی سے واقفیت ترجمۂ قرآنِ کریم کے لیے کافی صلاحیت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک پڑھا لکھا عرب عہدِ طفولیت سے ہی ماحول کے زیرِ اثر خود بخود زبان کو سمجھنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کے اعجازی پہلو سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔[15]

یہ نعمت شہروں میں بسنے والے جدید دور کے عربوں کو میسر نہیں جن کی روزمرہ کی گفتگو کافی حد تک بیرونی الفاظ سے آلودہ ہونے کی وجہ سے خالص عربی سے دور ہو چکی ہے۔ اسد دعویٰ کرتا ہے کہ صرف جزیرہ نمائے عرب کے بدو خاص طور پر وسطی اور مشرقی عرب کے مقامی لوگ (جہاں اسد نے خود بھی دس سال گزارے) عربی کے قدیم لہجے کے حامل ہیں۔

ایک جائزہ نگار (Hanna E. Kassis) نے اسد کی دلیل پر سوال اُٹھایا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتی ہیں:

ترجمہ نگاری کا پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ ترجمہ نگار کو اس زبان سے پیدائشی واقفیت ہونی چاہیے جس میں ترجمہ مقصود ہے۔ اس بات میں تو دو

رائے نہیں ہوسکتیں کہ ترجمہ کیے جانے والے متن سے اُسے ماہرانہ آگاہی حاصل ہو۔ عربی سے انگریزی ترجمہ کے لیے عربی متن کے مکمل عرفان کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان سے گہری واقفیت بھی مطلوب ہے۔

دوسری بات یہ کہ تبصرہ نگار کے مطابق بدوؤں کی عربی کے اعلیٰ معیار کو خواہ مخواہ، نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم کا ذخیرۂ الفاظ تو رسول کریم ﷺ کے زمانۂ اطہر میں موجود جزیرہ نمائے عرب کے تجارتی مراکز سے لیا گیا۔ بدوی علاقوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ دلیل کہ بدوی عربوں نے منفرد انداز میں قریش کی خالص عربی زبان کے احساس اور معانی کی لطافتوں کو محفوظ کیا، بدوی عربوں کی زبان سے دلیل لانے کے لیے کافی نہیں ہے۔

تیسری بات یہ کہ تبصرہ نگار مترجم کے پیش کردہ عربی کی فصاحت کے نظریے کو قبول نہیں کرسکتی۔ مترجم نے یہ بات اپنے کچھ مخالفین کے سامنے بڑے حوصلے سے کہی ہے کہ عربی کا شمار سامی زبانوں میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ ''عربی وہ واحد زبان ہے جو مکمل طور پر تبدیلی سے محفوظ ہے'' ایک اختلافی رائے ہے اور سارے دلائل اس کے حق میں نہیں۔ مترجم کے دلائل کو قبول کرنے کا مطلب اس بے بنیاد مفروضے کو ماننا ہے کہ کلامِ مجید کے معانی (ان صلاحیتوں کی موجودگی میں جو مؤلف نے لکھی ہیں) دوسروں کی نسبت ایک عرب کو جلدی سمجھ میں آجائیں گے۔[16]

جوہن ہیوڈ (John Haywood) نے اسد کو آٹھ صفحات پر مشتمل پیش لفظ حوالۂ قرطاس کرنے پر مبارک باد دی ہے کہ اس نے ترجمہ قرآن کے مسئلے کو بڑے پُر لطف تجزیہ کے ذریعے بیان کیا ہے۔[17]

دا میسج آف دا قرآن کے مصادر و مراجع

محمد اسد کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ وہ حدیث، سیرت، تفسیر، تاریخ اور فقہ کی امہات الکتب سے استفادہ کرسکتے تھے۔ مغربی زبانوں میں قرآنِ کریم کے مترجمین میں سے محمد اسد عربی زبان میں مہارت کے حوالہ سے منفرد مقام رکھتے تھے۔ ''حوالے کی کتب'' (Works of Reference) کے زیرِ عنوان آپ نے ان کتب کے نام لکھے ہیں جو تفسیری نکات لکھتے وقت آپ کے سامنے رہیں۔[18]

کتبِ حدیث میں آپ نے کتبِ صحاحِ ستہ کے حوالے دیئے ہیں۔ حدیث کی دیگر کتب جیسے کہ حضرت امام مالک کی الموطأ، امام احمد بن حنبل کی المسند، بیہقی کی کتاب السنن، دارمی اور دار قطنی کی کتب، امام حاکم کی مستدرک اور ابن حجر العسقلانی کی فتح الباری بھی آپ کے زیرِ مطالعہ رہیں۔ عربی تفاسیر میں زمخشری، بغوی، بیضاوی، رازی، طبری، ابن تیمیہ اور محمد رشید رضا کی تفاسیر کے حوالے شامل ہیں۔ علوم القرآن میں آپ کا انحصار امام سیوطی کی ''الاتقان فی علوم القرآن'' پر رہا۔ سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کے حوالہ سے آپ نے واقدی کی کتاب المغازی اور سیرت ابن ہشام سے استفادہ کیا۔ علم التاریخ کے لیے آپ نے ابن کثیر، ابن اثیر اور ابن سعد کی طرف رجوع کیا۔ لُغوی مباحث کے لیے آپ کا انحصار مرتضیٰ الزبیدی کی تاج العروس، علامہ راغب اصفہانی کی مفردات، مجد الدین الفیروز آبادی کی القاموس، جوہری کی تاج اللغۃ اور ابن منظور الافریقی کی لسان العرب پر رہا۔ ایڈورڈ ولیم لین (۱۸۰۱۔۱۸۷۶ء) کی عربی انگریزی لغت (An Arabic-English Lexicon) سے بھی آپ نے استفادہ کیا۔ فقہی مباحث کے لیے آپ کا اعتماد بدایۃ المجتہد، محلّٰی اور مغنی پر رہا۔

عربی الفاظ کے لغوی معانی

محمد اسد عربی الفاظ کے حقیقی معانی اور اس کی مختلف جہتوں تک رسائی کے لیے پوری کوشش کرتے ہیں۔ پھر سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے

مناسب ترین انگریزی لفظ کو اپنے ترجمۂ قرآن میں استعمال کرتے ہیں۔ آپ (مذکورہ بالا) عربی کی مشہور لغات جیسے کہ القاموس، مفردات القرآن، لسان العرب اور تاج العروس سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ بہت سے الفاظ کی تشریح کے لیے آپ کا انحصار کتب حدیث و تفسیر پر ہے۔ کچھ قرآنی الفاظ کی وضاحت کے لیے آپ مشہور ماہرین لسانیات کا حوالہ دیتے ہیں جیسے کہ ابن عباس، مجاہد، سعید، ابن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور ضحاک مثال کے طور پر آپ نے سورۃ البقرۃ کی ایک آیتِ مبارکہ "هوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِىْ الأَرْضِ جَمِيْعاً ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاء فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ" (۲۹:۲) میں لفظ "سماء" کی وضاحت بایں الفاظ کی ہے:

"لفظ "سماء" یا "آسمان" اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو ایک چھتری کی طرح کسی چیز پر پھیل جائے۔ اس طرح نظر آنے والے آسمان جو ایک محرابی چھت کی طرح تنے ہوئے ہیں، یہ ایک چھتری بناتے ہیں تو انہیں "سماء" کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ ابتدائی معنی پایا جاتا ہے۔ وسیع تر تناظر میں اس کا تعلق سماوی نظام کے ساتھ ہے۔ جہاں تک سات آسمانوں کا تعلق ہے، یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نا صرف عربی بلکہ بظاہر دوسری سامی زبانوں میں بھی "سات" کا ہندسہ "بہت سے" کا ہم معنی ہے (دیکھیے لسان العرب)۔ بالکل ایسے ہی "ستر" یا "سات سو" کے بھی اکثر معنی "کئی" یا "بہت سے" لیے جاتے ہیں (تاج العروس)۔ اس بات کو مسلمہ لغوی تعریف کے مطابق بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ "ہر آسمان اس اعتبار سے آسمان ہے کہ اس کے نیچے کیا ہے (راغب)۔ اس طرح سات آسمانوں کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ ان سے مراد سماوی نظام کا تہہ در تہہ ہونا ہے۔"[19]

اسد نے کچھ قرآنی الفاظ کی وضاحت احادیث کے حوالہ سے کی ہے جیسا کہ آیۂ مبارکہ "وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ" (سورۃ المائدہ، ۳:۵) میں لفظ "نُصُبْ" کی وضاحت یوں کی ہے۔

"زمانہ قبل از اسلام میں "نُصُبْ" (واحد: نصيبة) قربان گاہ کے پتھر تھے جنہیں کعبۃ اللہ کے ارد گرد رکھا جاتا، جہاں مشرکین قریش اپنے جھوٹے خداؤں کے لیے جانوروں کی قربانیاں کیا کرتے۔ تاہم زید ابن عمرو بن نفیل (بخاری) کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف قربانی کے جانور ہی نہیں بلکہ وہ جانور بھی یہاں قربان کیے جاتے جنہیں اجتماعی برکت کے حصول کے لیے مخصوص کر لیا جاتا۔ (دیکھیے فتح الباری ۱۱۳:۷) کچھ ماہرین لسانیات کی رائے ہے "نُصُبْ" واحد اور جمع "انصاب" ہے۔ دونوں طرح لفظ کا تعلق ان تمام رسومات سے ہے جن کو "بُت پرستانہ" کہا جا سکتا ہے اور اس کو صرف اس کے لفظی معنی تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔[20]

اسی آیۂ مبارکہ میں تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ (سورۃ المائدہ، ۳:۵) کی وضاحت ایڈورڈ ولیم لین کے حوالہ سے کی ہے جس نے لکھا ہے:

"تیروں کے پھینکنے سے مستقبل کے حالات جاننا" لین کے مطابق، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوک اور پنکھوں کے بغیر تیروں کو قبل از اسلام کے عرب مستقبل میں چھپے امکانات کو جاننے کے لیے استعمال کیا کرتے۔"[21]

سورۃ الاخلاص میں اسد نے "الصمد" کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے "ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک رہنے والا، تمام موجودات کا بلا سبب وجود میں آنے والا (The Eternal, The Uncaused Cause of All that exists) اپنے ترجمے کی تائید کرتے ہوئے وہ اپنے قاری کو بتاتے ہیں کہ اس ترجمہ کی حیثیت لفظ "الصمد" کے ایک کم و بیش درست ترجمہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جو قرآن کریم میں ایک مرتبہ صرف اللہ رب العزت کے لیے آیا ہے۔ یہ بہت سے تصورات کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسے کہ علتِ اولیٰ، ہمیشہ اور ہمیشہ تک رہنے والا، خود مختار ہستی۔ اس میں یہ تصور بھی شامل ہے کہ وجود رکھنے یا سمجھ آنے والی ہر چیز اپنے مبداء کی حیثیت سے واپس اُسی کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ اسی لیے ہر چیز اپنے وجود

اور بقاء کے لیے اسی ذات پاک پر انحصار کرتی ہے۔[22]

بہت سے عربی الفاظ کی وضاحت کے لیے اسد نے مسلمان ماہرین لسانیات کا حوالہ دیا ہے۔ جیسے کہ قرآنی لفظ "الکوثر" کی وضاحت کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں کہ:

"اسم کثرۃ سے یہ اسم مبالغہ کی ایک صورت ہے (زمخشری) جس کا معنی "بہتات"، "کثرت" یا "فراوانی" ہے۔ یہ لفظ اسم صفت کے طور پر اسی معنی میں آیا ہے۔ (قاموس المحیط، لسان العرب) مذکورہ بالا سیاق میں، جو کہ قرآنِ کریم میں اس کے استعمال کی واحد مثال ہے۔ الکوثر سے مراد رسولِ کریم ﷺ کو عطا کی جانے والی بے شمار نعمتیں ہیں جن میں مجرد صورت میں تمام اچھائیاں شامل ہیں۔ روحانی احساس جیسے کہ نزولِ وحی، علم، حکمت، پسندیدہ اعمال کا بجالانا، تمام جانداروں کے لئے مہربانی کا رویہ، تاکہ اندرونی سلامتی اور عظمت کا حصول ممکن ہو سکے۔"[23]

بعض اوقات اسد کچھ خاص الفاظ کا استعاراتی ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے سورۃ المزمل "یا أَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" (۷۳:۱) اور سورۃ المدثر "یا أَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" (۷۴: ۱) کے شروع میں رسول کریم ﷺ کے صفاتی ناموں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآنی الفاظ 'مزمل' اور 'مدثر' کے معانی ایک جیسے ہیں۔ دونوں الفاظ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ 'وہ جو کسی چیز سے ڈھانپا ہوا ہے' یا کسی چیز میں لپٹا ہوا ہے، اسے مکمل لغوی معنی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے یعنی 'لبادہ یا کمبل میں لپٹا ہوا' اسی طرح استعاراتی انداز میں "نیند میں لپٹا ہوا' یا 'خود میں لپٹا ہوا'۔ مذکورہ بالا شخصیت (ﷺ) کے حوالہ سے مفسرین کی آراء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ لفظی معنی کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ بہت سوں کا جھکاؤ استعاراتی معنی کی جانب ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ لسانیاتی معنی کو اگر ایک طرف رکھ دیا جائے_ کہ جس میں 'اے لپٹے ہوئے' کا خطاب سمجھ میں آتا ہے_ تو اس کا اشارہ رسول کریم ﷺ کی شخصی رفعت، اور روحانی گہرائی، گیرائی اور آگاہی کی طرف ہے۔[24]

سورۃ النساء کی آیت کے ترجمہ میں محمد اسد نے لفظ "کَلِمَتُہٗ" کا ترجمہ (Promise) یعنی "وعدہ" کیا ہے۔[25]

ہنا ای۔ کیسں نے تبصرہ کیا ہے کہ مترجم (اسد) عربی لغات کی نسبت انگریزی محاورہ سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔[26]

ترجمہ قرآن کریم میں خطوط وحدانی کا استعمال

محمد اسد نے قرآن کے انگریزی ترجمہ کے ان الفاظ کو خطوط وحدانی میں لکھا ہے جن کا مقابل لفظ عربی متن میں موجود نہیں ہے۔ کچھ مستشرقین جیسا کہ جارج سیل (۱۶۹۷۔۱۷۳۶ء) نے ایسے اضافی الفاظ کو ٹیڑھے حروف (Italics) میں لکھا ہے لیکن اسد نے اپنے مسلمان پیش رو مترجمین قرآن محمد مارڈیوک پکتھال (۱۸۷۵۔۱۹۳۶) اور عبداللہ یوسف علی (۱۸۷۲۔۱۹۵۳) کی پیروی کرتے ہوئے خطوط وحدانی کو ترجیح دی۔ خطوط وحدانی میں لکھے یہ الفاظ ان لوگوں کے لیے قرآنِ کریم کے ترجمے کی مکمل تفہیم میں مددگار ہوتے ہیں جو عربی زبان سے نابلد ہوں۔

جیسے سورۃ الکوثر کی آیات "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ إِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْأَبْتَرُ" (۱۰۸: ۲۔۳) کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''Hence, pray unto thy Sustainer [alone], and sacrifice [unto Him alone]. Verily, he that hates thee has indeed been cut off [from all that is good]!''[27]

"[صرف] اپنے رب کی عبادت کرو اور [صرف اس کے لیے] قربانی کرو۔ بے شک جو آپ (ﷺ) سے نفرت کرتا ہے اس کا [ہر بھلائی سے] تعلق ختم کر دیا گیا۔"

درج بالا دو آیات کے انگریزی ترجمہ میں اسد نے خطوط وحدانی کا تین مرتبہ استعمال اس بات کو واضح کرنے کے لیے کیا ہے کہ قوسین کے اندر درج الفاظ متن قرآن کا ترجمہ نہیں ہیں بلکہ جملہ مکمل کرنے کے لیے مترجم نے خود بڑھائے ہیں۔

اسد کے انگریزی ترجمہ قرآن کی زبان

محمد اسد نے اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن کے لیے بہت خوب صورت زبان استعمال کی ہے۔ اگرچہ انگریزی ان کی مادری زبان نہیں لیکن آپ نے اس میں ایسی مہارت حاصل کی کہ بہت سے پیدائشی انگریز لکھاریوں پر سبقت لے گئے۔ اس سے ہمیں عظیم انگریزی ناول نگار جوزف کونارڈ (۱۸۵۷۔۱۹۲۴ء) کی یاد آتی ہے۔ جن کی پیدائش و پرداخت پولینڈ میں ہوئی لیکن ان کا شمار عظیم ترین انگریزی ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔

عبدالرحیم قدوائی (پ ۱۹۵۶ء) تبصرہ کرتے ہیں:

"محمد اسد کا "دا میسج آف دا قرآن" انگریزی تراجم قرآن میں ایک اہم اضافہ ہے اور یہ ان تراجم کی نمائندگی کرتا ہے جو شائستہ انگریزی زبان میں لکھے گئے۔"[28]

کینتھ کریگ کے مطابق:

"(See) کے مقابلے میں 'nay'، 'withal'، 'behold' اور 'Thou' اور اسی طرح کے افعال جیسے کہ 'dost' وغیرہ قدیم اور متروک انگریزی زبان کا تاثر اُبھارتے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں کہیں غیر موزوں تبصرے بھی ہیں۔ کچھ قارئین کا خیال ہے کہ کاش اسد ان خاص مقامات پر اپنی روانی طبع کو نہ روکتے اور زیادہ رواں انگریزی زبان لکھتے کیوں کہ ترجمہ نگاری میں ذمہ داری دوہری ہوتی ہے، اصل اور ترجمہ، دونوں زبانوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔"[29]

اسد کے اپنے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے قرآنِ کریم کے ناقابل بیان ترنم اور خطابت کو اپنے ترجمہ میں سمودیا ہے۔ جس کسی نے بھی قرآن کے جلالی حسن کا تجربہ کیا ہے وہ اس طرح کا احمقانہ دعویٰ کر بھی نہیں سکتا اور نہ ہی اس طرح کی کوشش میں پڑ سکتا ہے۔[30]

عربی نحوی تراکیب کی تشریح

محمد اسد کا شمار ان مغربی مسلمانوں میں ہوتا ہے جنھوں نے عربی زبان میں مہارت حجاز مقدس اور دوسرے عرب علاقوں میں طویل عرصہ قیام کر کے حاصل کی۔ قرآنِ کریم کے تفسیری نکات میں آپ نے نحوی مباحث پر بھی بات کی ہے۔

جیسے سورۃ البقرہ کی آیت ۳۰ "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيْفَةً" کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''AND LO! Thy Sustainer said unto the angels: Behold I am about to establish upon earth one who shall inherit it.''

"اور دیکھو! تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: جان رکھو کہ میں زمین پر اسے بھیجنے جا رہا ہوں جو اس کا وارث ہو گا۔"

"إِذْ" کی وضاحت کرتے ہوئے اسد لکھتے ہیں:

"اس سیاق میں معلوم ہوتا ہے کہ فجائیہ کلمہ "Lo" پارٹیکل "إِذْ" کا موزوں ترین ترجمہ ہے جسے عام طور پر، عربی جملوں میں اس کے مختلف استعمالات پر مناسب توجہ دیئے بغیر اس کا ترجمہ "جب (When)" کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس ترجمہ کی اکثر توجیہ کر دی جاتی ہے، اچانک یا غیر متوقع واقعہ یا چیز کو ظاہر کرنے یا گفتگو میں اچانک ایک نیا موڑ آجانے کے لیے بھی "إِذْ" کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(ایڈورڈ ولیم لین، ۱:۳۹) انسان کے اندر جو دلیل دینے کی صلاحیت رکھ دی گئی ہے اس حوالہ سے بعد میں آنے والی رمز کا تعلق منطقی طور پر پچھلے پیرا گراف سے ہے۔"[31]

سورۃ الاعراف کی آیت ۵۴ "إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ" میں اسد نے حرف عطف "ثم" کو یوں بیان کیا ہے کہ:

"وہ وقت کی ترتیب کو واضح کرتا ہے اسی لئے اس کا ترجمہ then یا thereupon سے کیا گیا ہے۔ جہاں دو عبارتوں کو باہم ملانا مقصود ہو وہاں سادہ ترین حرفِ عطف "و" استعمال کیا جاتا ہے۔"[32]

عربی کی نحوی تراکیب پر اسد کی مہارت کی سب سے اچھی مثال سورۃ النساء کی آیت ۲۹ کے تفسیری حاشیہ میں نظر آتی ہے۔ اگر پارٹیکل "اِلَّا" مذکورہ بالا فقرے سے پہلے آجائے تو پھر اس کا عمومی معنی "except سوائے" یا "unless it be حتیٰ کہ یہ" مراد لیا جائے گا اور پورے جملے کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے:

''Unless it be [an act of] trade based on mutual agreement-''

"جب تک یہ [عملِ] تجارت باہمی رضامندی پر مبنی ہو۔"

جملے کی اس ترکیب نے بہت سے مفسرین کو مخمصے میں ڈال دیا ہے۔ اگر اس کا لفظی معنی لیا جائے تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ تجارت میں باہمی رضامندی پر مبنی ناجائز منافع عام ممانعت میں نہیں آئے گا، "ایک دوسرے کی چیزوں کو ناجائز طریقے سے ہڑپ نہ کرو" یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کو قرآنِ حکیم کے اخلاقی اصولوں کے مطابق برقرار رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس مشکل سے بچنے کے لیے زیادہ تر مفسرین اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ اس سیاق میں پارٹیکل "اِلَّا" کا معنی "لیکن" ہے اور فقرے میں معنی یوں سمجھنا چاہیے۔

''but it is lawful for you to profit from one another's possessions by way of legitimate trade based on mutual agreement. [33]*''*

"لیکن تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ ایک دوسرے کے مالوں سے منافع حاصل کرو (اس) قانونی تجارت سے جو باہمی رضامندی پر مبنی ہو۔"

تاہم یہ بات حقیقت سے دور ہے کہ یہ وضاحت بہت دور از فہم اور تصنع پر مبنی ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت نہیں کرتی کہ کیوں "جائز تجارت" کو ایک دوسرے سے جائز منافع اندوزی کا واحد ذریعہ بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ رازی نے اس آیت پر اپنی تفسیر میں بجا طور پر اشارہ کیا ہے:

"یہ بھی غیر قانونی نہیں کہ مالی فائدہ حاصل کیا جائے تحفے سے، وصیت سے، قانونی وراثت سے، خیرات سے، حق بیوگی سے، یا زخم لگنے کے ہرجانے سے، کیوں کہ تجارت کے علاوہ قانونی طور پر مال حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔"[34]

پھر کیوں صرف تجارت پر ہی زور دیا گیا؟ اور مزید یہ کہ اس سیاق میں زور دیا گیا جو خاص طور پر تجارتی معاملات سے متعلق نہیں تھے۔ میری نظر میں اس مخمصے کا درحقیقت ایک تسلی بخش جواب یہ ہو سکتا ہے کہ (منافع) حاصل کرنے کے لیے "اِلَّا" کے صرف لسانی معنی مراد لیے جائیں۔ اس کے عمومی اطلاق کے علاوہ جو کہ "except، سوائے" یا "حتیٰ کہ یہ، unless it be" ہے، بعض اوقات اس کا معنی، جیسا کہ قاموس اور مُغنی دونوں میں اشارہ کیا گیا، سادہ عطفی معنی 'واؤ' کا ہے۔ اسی طرح اگر اس سے پہلے ایک منفی فقرہ آجائے تو یہ "نہیں، nor" یا "اور کبھی نہیں، and neither" (ولا) کا مترادف ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ النمل کی دو آیات (۱۰-۱۱) "لَا تَخَفْ إِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ. إِلَّا مَنْ "میں بیان کیا گیا ہے:

"no fear need the message-bearers have in My presence, and neither (illa) need anyone who..." etc. [35]

"میری جناب میں پیغمبر کو ڈرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی (الّا) کسی ایسے کو ضرورت ہے جو۔۔۔"

اب اگر ہم "اِلّا" کا یہ مخصوص استعمال زیرِ بحث پیرا گراف میں روا رکھیں تو یہ تحریر سامنے آئے گی۔

"نا [تم ایسا کرو گے] تجارت کے ذریعے جو باہمی رضامندی پر مبنی ہو۔" یا سادہ الفاظ میں:

"نا ہی تجارت کے ذریعے جو باہمی رضامندی پر مبنی ہو۔"

یہاں معنی فوری طور پر سامنے آجاتے ہیں۔

"اہل ایمان کو دوسرے مؤمن کا مال ناجائز طور پر ہڑپ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ دوسرا افرد ____ کم زور ہونے کی وجہ سے ____ اس طرح کی محرومی یا استحصال پر حالات کے جبر کی وجہ سے راضی بھی ہو جائے۔ میری تحریر منطقی طور پر آیت ۳۲ کے ساتھ مربوط ہے جو اہلِ ایمان کو نصیحت کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مال کے حریص نہ بنیں۔" [36]

احادیث کے حوالہ جات

تفسیر قرآن کے لیے حدیث ایک بنیادی مصدر رہے اور محمد اسد ایک عالم حدیث تھے۔ آپ نے نہ صرف ۱۹۳۸ء میں امام بخاری کی الجامع الصحیح بخاری کا انگریزی میں ترجمہ کیا بلکہ ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیانی عرصہ میں اس کی شرح بھی لکھی۔ آپ نے امام بخاری کی کتاب کو چالیس اقساط میں چھاپنے کا منصوبہ بنایا جن میں سے پانچ اقساط شائع ہوئیں۔ [37]

آپ نے اپنے تمام تر تفسیری حواشی میں کتب حدیث سے استفادہ کیا اور "فہرست مراجع" میں حدیث کے ۱۴ مجموعوں کا ذکر کیا۔[38]

اسد نے اپنے تفسیری حواشی میں کتب احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۳۴ کے حاشیہ میں آپ نے بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، احمد ابن حنبل، ابن حبان اور حاکم کا حوالہ دیا ہے۔[39]

دا میسج آف دا قرآن کے متعلق علماء کی آراء

پروفیسر اسماعیل ابراہیم نواب اپنے ایک مضمون میں محمد اسد کی یوں تعریف کرتے ہیں:

"He rose to unparalleled eminence among Western Muslims because none has contributed more than Asad to elucidating Islam as an ideology and conveying its quintessential spirit in contemporary terms to Muslims and non-Muslims alike –— not even Pickthall (d.1936),"an Englishman of the English", who can easily be credited with the most widely read translation of the Qur'ān undertaken by any English—writing convert, with brilliant writings on Islam and with wide-ranging services to the Muslims,sometimes rendered at great personal sacrifice." [40]

"مغربی مسلمانوں میں آپ (اسد) بے مثال شہرت تک پہنچے۔ ایک نظریے کی حیثیت سے اسلام کی توضیح میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کی جوہری روح کے ابلاغ کی خاطر اسد سے زیادہ کسی نے حصہ نہیں لیا۔ ___ حتیٰ کہ پکتھال بھی نہیں (م ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ) "انگلستان کے ایک فصیح انگریز" جنہیں بڑی آسانی کے ساتھ یہ اعزاز دیا جاسکتا ہے کہ ان کے قلم سے

نکلنے والا ترجمہ قرآن انگریزی لکھنے والے کسی بھی نو مسلم کا کیا ہوا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ترجمہ قرآن ہے___ اس کے ساتھ ساتھ اسلام پر شان دار تحریریں، وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی خدمت، بعض اوقات اس میں ذاتی قربانیاں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔''

اسد کے ترجمہ قرآن کے متعلق ہنّا ای۔ کیسس کہتی ہیں:

"The ability and erudition of the translator are evident throughout this book, which is addressed by a man of faith to those Muslims and non-Muslims who are incapable of reading the Holy Book in its Arabic original."[41]

''مترجم کی قابلیت اور علمی فضیلت پوری کتاب سے عیاں ہے۔ جس میں ایک بندۂ مومن ان مسلمانوں اور غیر مسلموں سے مخاطب ہے جو اس مقدس کتاب کو اس کی اصل عربی میں نہیں پڑھ سکتے۔''

عبدالرحیم قدوائی (پ ۱۹۵۶ء) اپنے مضمون ''قرآن حکیم کے انگریزی تراجم کا جائزہ'' میں تبصرہ کرتے ہیں:

"The Message of the Qur'ān by Muhammad Asad (Gibraltar, 1980) represents a notable addition of the body of English translation couched in chaste English. This work is nonetheless vitiated by deviation from the viewpoint of the Muslim orthodoxy on many counts. Averse to take some Qur'ānic statements literally, Asad denies the occurrence of such events as the throwing of Abraham into the fire, Jesus speaking in the cradle, etc. He also regards Luqmān, Khizr and Dhulqarnain as 'mythical figures' and holds unorthodox views on the abrogation of verses. These blemishes apart, this highly readable translation contains useful, though sometimes unreliable background information about the Qur'ānic sūras and even provides exhaustive notes on various Qur'ānic themes."[42]

''محمد اسد کا ''دا میسج آف دا قرآن'' (جبرالٹر، ۱۹۸۰ء) انگریزی تراجم قرآن میں ایک قابل توجہ اضافہ ہے۔ اسے شائستہ انگریزی میں لکھا گیا ہے تاہم بہت سارے معاملات میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے انحراف کر کے اس کام کو آلودہ کر دیا گیا۔ کچھ قرآنی بیانات کا لفظی معنی لینے سے گریز، یعنی کہ اسد ان واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ (۱) ابراہیمؑ کا آگ میں ڈالا جانا (۲) عیسیٰؑ کا پنگھوڑے میں بات کرنا وغیرہ۔ اسد حضرت لقمانؑ، حضرت خضرؑ اور ذوالقرنین کو خیالی شخصیات قرار دیتے ہیں اور نسخ آیات سے متعلق آپ کے نظریات غیر روایتی ہیں۔ ان نقائص کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو یہ بہت اعلیٰ پڑھنے کے لائق ترجمہ قرآن ہے۔ اس میں مفید معلومات ہیں، اگرچہ بعض اوقات قرآنی سورتوں کے پس منظر کے حوالے سے معلومات غیر معتبر ہوتی ہیں۔ البتہ آپ دیگر بہت سے قرآنی موضوعات کے متعلق ہر پہلو سے احاطہ کرنے والی معلومات فراہم کرتے ہیں۔''

برطانوی مفکر گائی ایٹن (Gai Eaton، ۱۹۰۱۔ ۲۰۱۰ء) نے ''دا میسج آف دا قرآن'' کی درج ذیل انداز میں تعریف کی ہے:

"In practical terms this is the most helpful and instructive version of the Qur'ān that we have in English. This remarkable man has done what he set out to do, and it may be doubted whether his achievement will ever be surpassed."[43]

''عملی حوالے سے دیکھا جائے تو انگریزی تراجم قرآن میں یہ سب سے زیادہ مددگار اور معلومات افزاء ترجمہ قرآن ہے۔ اس غیر معمولی آدمی نے وہ کیا جو وہ کرنا چاہتا تھا اور یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کارنامے سے بڑا کوئی کارنامہ کبھی سامنے آئے گا۔''

مراد ہوف مین (پ ۱۹۳۱ء) نے "دا میسج آف دا قرآن" پر یوں تبصرہ کیا:

"It was the best, next only to Abdullah Yūsuf 'Alī's and Marmaduke Pickthall's translation which are the most remarkable among the contemporary efforts to convey the message of the Qur'ān into English. Asad's… translation… has been further translated into several languages such as Turkish and Swedish. His work is particularly appreciated for lucidity and precision of its commentary, based on his stupendous command of Bedouin Arabic. Readers appreciate perhaps most that Asad treats them as grown-ups. He exposes the root of the translation problem, relates other options (and the reasons given up for choosing them), and then explains reason(s) he preferred in his particular translation."[44]

"عبداللہ یوسف علی اور مارماڈیوک پکتھال کے تراجم قرآن جو عہدِ حاضر میں قرآنِ کریم کے پیغام کو انگریزی میں ڈھالنے کی سب سے نمایاں کوششیں ہیں، ان دونوں کے بعد اسد کا ترجمۂ قرآن سب سے اچھا ہے۔ اسد کے ترجمۂ قرآن کو مکمل طور پر مزید بہت سی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے جیسے ترکی اور سویڈش زبانیں۔ اس کی تفسیر کی سلاست اور اختصار کی وجہ سے اس کے کام کی خاص طور پر تعریف کی گئی جس کی بنیاد بدویانہ عربی پر ان کی متاثر کن مہارت پر ہے۔ زیادہ تر قارئین شاید ان کی تعریف اس لیے کرتے ہیں کہ اسد انہیں بالغ نظر سمجھتے ہیں۔ وہ ترجمہ نگاری کے بنیادی مسئلے کو سامنے لے آتے ہیں۔ دوسرے قابلِ اختیار الفاظ سے تعلق ظاہر کرتے ہیں (اور ان کے انتخاب کی وجوہات بتاتے ہیں) اور پھر وہ وجہ یا وجوہات کی وضاحت کرتے ہیں کہ کس وجہ سے ایک خاص لفظ کو انہوں نے اپنے ترجمہ میں ترجیح دی۔"

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری کا خیال ہے کہ

"اسد نے کامیابی سے ان سنجیدہ تسامحات سے گریز کیا جو دوسرے مترجمین کر چکے ہیں۔"[45]

کینتھ کریگ (Kenneth Cragg) بیان کرتا ہے کہ ہر صحیح الذھن قاری ڈاکٹر اسد کی محبت اور سیکھنے کی محنت کو عزت دے گا۔ مسلمانوں کی کتاب کے تراجم کی بڑھتی ہوئی تعداد میں اس کی ایک یقینی جگہ ہو گی اور طلباء کو پرزور نصیحت کی جائے گی کہ وہ اس ہمہ پہلو موقعے سے فائدہ اٹھائیں تاکہ وہ ناقابلِ حصول کو حاصل کر سکیں۔[46]

پروفیسر ایم۔اے۔ایس۔عبدالحلیم کے مطابق:

"Asad is one of the most original translators, who did the background research for himself in the original lengthy Arabic exegeses. His language and choice of words too are original, but he inserts many bracketed explanatory words which, though useful, make his sentences cumbersome. Also his 'rationalistic' approach leads him to translations that some Muslim theologians disagree with."[47]

"اسد سب سے زیادہ اصلی مترجمین قرآن میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے طویل، اصلی، عربی تفاسیر سے پس منظر کی تحقیق بذاتِ خود کی۔ آپ کی زبان اور الفاظ کا چناؤ بھی اصلی ہے لیکن آپ خطوطِ وحدانی میں بہت سے وضاحتی الفاظ شامل کرتے ہیں جو اگرچہ مفید ہیں (لیکن) آپ کے جملوں کو بے ڈول بنا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کا عقلیت پسندانہ انداز ایسا ترجمہ سامنے لاتا ہے جس سے کچھ مسلمان علماء اتفاق نہیں کرتے۔"

حاصلِ کلام

عصرِ حاضر کی مغربی دنیا میں محمد اسد عربی زبان کے لاثانی عالم تھے۔ آپ تفسیر اور حدیث کی کتب کا وسیع علم رکھتے تھے۔ یہودی روایت سے متعلق ہونے اور مذہبی پس منظر کی وجہ سے آپ سابقہ الہامی کتب کے علم سے بھی آگاہ تھے۔"دا میسج آف دا قرآن" تفسیر بالروایہ یا تفسیر بالماثور (روایات پر مبنی تفسیر) اور تفسیر بالدرایہ یا تفسیر بالرائے (پختہ رائے پر مبنی تفسیر) کا مرکب ہے۔ اپنے تفسیری حواشی میں زیادہ تر وہ مشہور مفسرین پر انحصار کرتے ہیں اور اپنے نقطۂ نظر کو ان کے حوالوں سے وقیع بناتے ہیں۔ تاہم آپ نے ان آیات پر اپنے حواشی میں تفسیری روایت سے انحراف کیا جن میں انبیاء کے معجزات یا ماورائے فطرت واقعات بیان ہوئے۔ وہ اس طرح کے مباحث کی بنیاد عقل پر رکھتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات کے کسی بھی امکان کو مسترد کرتے ہیں جو علت و معلول (Cause and effect) کی دنیا سے پرے ہیں۔ سائنسی حقائق سے متعلقہ آیات کے کچھ تفسیری حواشی پڑھنے کے قابل ہیں لیکن جب وہ نظریات کو سائنسی حقائق کے طور پر قبول کرتے ہیں تو قاری کا ان سے اتفاق مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ ایک جدت پسند اسکالر تھے لیکن برصغیر کے جدت پسندوں سے مختلف تھے جنہوں نے اپنی تفاسیر میں کتبِ احادیث کو مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر سر سید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۸ء) اور غلام احمد پرویز (۱۹۰۳۔۱۹۸۵ء) نے اپنی تفاسیرِ قرآن میں احادیث پر انحصار نہیں کیا۔ انسان کی تخلیق، معجزات، نبی اکرم ﷺ کی اسراء و معراج، جِنّات اور رموزِ قرآن سے متعلق اسد کے نظریات کی بنیاد عقل پر ہے اس لیے وہاں وہ تفسیر اور حدیث کے ادب سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ اس طرح کے مباحث میں آپ کا عقلیت پسندانہ انداز آپ کے کام کو راسخ العقیدہ علماء کے لیے ناقابل قبول بنا دیتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] Muhammad Ikram Chaghatai, (ed.), 'Life of Muhammad Asad: Chronologically arranged', *in* ***Muhammad Asad: Europe's Gift to Islam,*** (Lahore: The Truth Society & Sang-e-Meel Publication, 2006), Vol.1, p.17.

[2] Isma'il Ibrahim Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', ***Islamic Studies***, (Islamabad: International Islamic University), Vol.39, No.2, (2000), pp.155-231.

[3] Muhammad Asad, ***A Road to Mecca- The Journey of Muhammad Asad***, (London: Max Reinhart, 1954), p. iii.

[4] Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', pp. 155-231.

[5] Ibid.

[6] Ibid.

[7] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, (Gibraltar: Dār Al-Andalus, 1997), p. 11.

[8] Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', pp. 155-231.

[9] Ibid.

[10] K. M. Azam, Unforgettable Pakistani, ***The News International***, Lahore. 1st July 2000, p. 6.

[11] Martin Kramer, 'The Road from Mecca: Muhammad Asad' (born Leopold Weiss), in the ***Jewish Discovery of Islam:*** Studies in the Honour of Bernard Lewis, ed. Martin Kramer, (Tel Aviv: The Moshe Dayan Center for Middle Eastern and African Studies, 1999), pp. 246-47.

[12] Muhammad Asad, **The Message of the Qur'ān**, p. iii.

[13] Kenneth Cragg, 'The Message of the Qur'ān (Book Review)', ***The Middle East Journal***, (Washington, D.C., Middle East Institute), Vol. 35, No. 1, (Winter, 1981), p. 88.
[14] Ibid.
[15] Ibid., p. iv.
[16] Hanna E. Kassis, 'Review: The Message of the Qur'ān', ***International Journal of Middle East Studies***, (UK: Cambridge University Press), Vol. 17, No. 4 (Nov., 1985), p. 571.
[17] John Haywood, Review, ***Journal of Semitic Studies***, (UK: Cambridge University Press), Vol. XXVIII, Issue.2, (October, 1983) p. 375.
[18] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, pp. ix-x.
[19] Ibid., p. 8.
[20] Ibid., p. 141.
[21] Ibid.
[22] Ibid., p. 985.
[23] Ibid., p. 980.
[24] Ibid., p. 902.
[25] Ibid., p. 137.
[26] Hanna E. Kassis, 'Review: The Message of the Qur'ān', p. 572.
[27] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, p. 980.
[28] A.R. Kidwai, , 'A Survey of English Translations of the Qur'ān', http://www.ilmgate.org/ a-survey-of- english- translations -of-the-quran/ Accessed on 12-12-2018.
[29] K. Cragg, K., 'The Message of the Qur'ān (Book Review)', p. 89.
[30] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, p. viii.
[31] Ibid, p. 8.
[32] Ibid, p. 211.
[33] Ibid, p. 108.
[34] Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', p. 167.
[35] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, p. ix-x.
[36] Ibid, p. 108.
[37] Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', p. 167
[38] Muhammad Asad, ***The Message of the Qur'ān***, pp. ix-x.
[39] Ibid, pp. 109-110.
[40] Nawwab, 'A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam', p. 162.
[41] Hanna E. Kassis, 'Review: The Message of the Qur'ān', p. 570.
[42] A.R. Kidwai, 'A Survey of English Translations of the Qur'ān', http://www.ilmgate.org/ a-survey-of- english- translations -of-the-quran/ Accessed on 12-12-2018.
[43] Gai Eaton, 'Review of the Message of the Qur'ān', ***Spectator***, 7 June, 1980, p.18.
[44] Murad Hofmann, 'Muhammad Asad: Europe's Gift to Islam', ***Islamic Studies***, (Islamabad: International Islamic University), Vol. 39, No. 2, (2000), p. 241.
[45] Rashid Ahmad Jullundhri, ***Islam and Current Issues***, (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1st Edition) p. 138.
[46] K. Cragg, 'The Message of the Qur'ān (Book Review)', p. 89.
[47] Abdel Haleem, M.A.S., ***The Qur'ān: A New Translation***, (Oxford: Oxford University Press, 2004), p. xxix.